اسلام کے جگمگاتے تین ستارے

عالی جناب مولانا کوثر نیازی صاحب، پاکستان

حضرات علمائے کرام، شعرائے عظام، خواتین وحضرات!

ابھی میرے ایک دوست کہہ رہے تھے کہ اسلام میں ایک ہی خاتون ایسی ہے جس کو شعرانے اور فضلاء نے خراج تحسین پیش کیا ہے ۔ میں سوچ رہا تھا کہ عیسائیوں کا یہ عقیدہ کہ توحید میں تثلیث ہے اور تثلیث میں توحید ہے اور جس کے خلاف جس کے ابطال میں میں نے ایک کتاب بھی لکھی ہے، کیا کسی پہلو سے یہ درست تونہیں؟ کسی جگہ اس کا کوئی مفہوم نکلتا ہے کہ نہیں نکلتا۔ میں اپنے دوست کی یہ بات سن کر توحید میں تثلیث ہے اور تثلیث میں توحید پر ایک انداز خاص میں ایک مفہوم معین میں ایمان لے آیا ۔ مجھے یوں لگا کہ جب میرے دوست یہ بات کہہ رہے تھے کہ جناب زہراؑ ہی کو اسلام میں وہ عورت مانا گیا ہے تو میں نے دیکھا کہ جناب فاطمہؑ کے روپ میں مجھے جناب خدیجہؑ نظر آئیں اور پھر میں نے دیکھا کہ جو تعریفیں جناب خدیجۃ الکبریٰ کی ہورہی ہیں وہ سب جناب زہراؑ کو پہنچ رہی ہیں اور جو جناب زہراؑ کی ہورہی ہیں وہ سب ان کو پہنچ رہی ہیں ۔ پھر میں یہیں بیٹھے بیٹھے غور کررہا تھا تو میں نے دیکھا کہ جناب زینبؑ بھی جناب زہراؑ کے روپ میں ہیں جو تعریفیں جناب زہراؑ کی ہیں وہ جناب زینبؑ کو پہنچتی ہیں اور جو جناب زینبؑ کی ہیں وہ جناب زہراؑ کو پہنچتی ہیں تو جناب زہراؑ کی توحید میں یہ تین شخصیتوں کی تثلیث مجھے نظر آئی اور اس تثلیث میں مجھے جناب زہراؑ کی توحید نظر آئی اور میں کیسے اس کی یہ توجیہہ نہ کرتا، کیونکہ میرے دوست نے تو یہ بات کرتے ہوئے اس پہلو کی تشریح نہ کی تھی اور اگر وہ یہ تشریح نہ کرتے یا مجھ تک نہ چھوڑتے کہ میں یہ تشریح کروں تو پھر ان عظمتوں کو کہاں لے جاتا ۔ میں ان احسانات کو کہاں دفن کرتا ۔ میں ان شفقتوں کو کیسے بھلاتا میں اس دولت کو کیسے بھولتا جس نے اسلام کو خرید لیا اور میدان کربلا میں جناب زینبؑ کے کردار کو آخر کیسے فراموش کردیتا جن کے بارے میں ایک شاعر نے کہا اور مجھے بہت پسند آیا کہ:

جناب زہراؑ جواب مریمؑ
جواب زہراؑ جناب زینبؑ
جناب زینب کے بعد لیکن
جواب زینبؑ جواب زینبؑ

تو جناب فاطمہؑ کا، جناب زہراؑ کا، خاتونِ جنت کا، سیدہؑ کا ذکر جب ہوگا تو جناب خدیجۃ الکبریٰ کا ذکر ہوگا۔ جناب زینبؑ کا ذکر ہوگا اور اسلام ابدالآباد تک ان تین ہستیوں کے احسانات سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا ۔ اگر اسلام کی تاریخ میں ان تینوں مقدس شخصیتوں کے احسانات کو منہا کردیا جائے تو باقی کیا بچتا ہے، میں نہیں بتا سکتا۔

مجھ سے دوستوں نے کہا میں کچھ کہوں ۔ مگر کیا کہوں ۔ لوگ سرکار دوعالم فخر موجودات سرور کائنات امام الانبیاء سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے ایمان اور عدم ایمان کی بحث کرتے ہیں ۔ ایسی کتابیں لکھی گئی ہیں بے شمار بحثیں چلی ہیں، سلف سے خلف تک، مگر میں نے اسے ایک نقطۂ نظر سے دیکھا اور وہ نقطۂ نظر یہ ہے کہ مسئلہ خود آپ نے کیسے حل کیا۔ خود سرکار ختم المرسلینؐ نے کس طرح ہم تک پہنچایا اور کس حسین وجمیل انداز میں پہنچایا ۔ باپ کا سایہ نہ تھا تو جناب ابوطالبؑ کو اپنا باپ بنایا اور وہ مجسم اسلام بنے ۔ قرآن حکیم کہتا

ہے۔ هل جزاء الاحسان الا الاحسان ۔ احسان کا بدلہ احسان کے سوا اور کیا ہے اور ہم جو قرآن کو برتر مانتے ہیں، ہم کیسے یہ تسلیم کریں کہ کہ جس خدا کے دین پر ابوطالبؑ نے احسان کیا، وہ اس کا بدلہ احسان کی صورت میں نہیں دے گا۔ اس طرح ان کو اپنا باپ بنا کر جناب عبداللہ کے ایمان کا مسئلہ بھی خود آپ نے حل کر دیا۔ ابوطالبؑ آپ کے باپ ہیں۔ ان کے ایمان میں کسی مومن کو شک نہیں۔ ان کے ایمان میں مومن کو شک نہیں ہوسکتا۔ میں تو یہ مان سکتا ہوں کہ ان محدثین سے غلطی ہوئی جنہوں نے وہ حدیثیں لکھیں، وہ حدیثیں پہنچائیں یا یوں کہئے کہ بنائیں۔ یہ میں نہیں کہہ سکتا کس نے بنائیں؟ میں یہ مان سکتا ہوں کہ ان سے غلطی سرزد ہوئی۔ وہ برسر غلط تھے لیکن میں ایک لحظہ کے لئے ایمان ابوطالبؑ میں شک نہیں کر سکتا۔ ویسے بھی فرض کیجئے اگر کوئی شخص ظنِ غالب سے کسی غیر مومن کو مومن مان لے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس پر کوئی مواخذہ نہیں کرے گا لیکن اگر کسی مومن کو کوئی شخص کافر قرار دے بیٹھا تو خود اس کے ایمان کی خیر نہیں۔ اس طرح والد کی جگہ جناب ابوطالبؑ کو والد بنا کر خود ایمان عبداللہ کا مسئلہ بھی حل کر دیا اور جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی وفات ہوئی۔ سیدہؑ نے گھر سنبھال لیا۔ بچپنے ہی میں گھر سنبھال لیا۔ باپ کی خدمت میں دن رات ایک کر دیئے تو سرکارؐ نے فرمایا اور وہ بات فرمائی جو کسی کے لئے آپ نے کبھی نہیں فرمائی تھی اور کسی کے لئے جس کا تصور نہیں کیا جاسکتا ۔فرمایا ''ام ابیھا'' ''تم اپنے باپ کی ماں ہو۔'' ام ابیھا سیدہؑ کے بارے میں ارشاد فرمایا اور گویا اس طرح اپنی والدہ کے ایمان کا مسئلہ حل کر دیا کہ جس طرح ایمان میں میری بیٹی سیدۃ النساء ہے، خاتون جنت ہے، اسی طرح حضرت آمنہ کا مقام ہے تو جس طرح میری بیٹی کا ایمان مسلم ہے اسی طرح میری ماں کا ایمان بھی مسلم ہے۔

حضرات! لوگ آج مساوات کی بات کرتے ہیں اور جب ہم مساوات کی بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ بیرونی نظریہ ہے جسے درآمد کیا جارہا ہے۔ کسے خبر کہ جس کی آستین میں خود آفتاب عالم تاب ہوگا وہ دوسرے ٹمٹماتے ہوئے دیئے کو کیوں رشک وحسد کی نظر سے دیکھے گا۔ جس مذہب کے پاس خاتون جنت کی قائم کردہ مساوات ہو جنہوں نے اپنی ملازمہ فضہ کے ساتھ، مگر ہمارے لئے لائق احترام وعظمت اور ہماری مالکہ کے ساتھ یہ معاملہ ہوتا کہ ایک دن گھر کے کام وہ کریں اور ایک دن خود آپ کریں، اسے آخر اس دور معاشیات کے نظریہ مساوات سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے؟ زمانہ بلند ہو، کتنا بلند ہوگا! جتنا بھی بلند ہوگا، وہاں اختتام کرے گا جہاں سے خاتون جنت کی مساوات کا آغاز ہوگا۔ اب اس کے بعد شرمانا، یہ جھجکنا، یہ مساوات کے اصول کو نظریے کو قبول کرنے سے ہچکچانا، میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ لوگ اپنے ہی گھر کی چیز کو، اپنے ہی امتیاز کو، اپنی ہی خصوصیت کو غیروں کے سر کیوں منڈھ رہے ہیں، غیروں کا کریڈٹ کیوں بنا رہے ہیں، غیروں کے سر پر یہ سہرا کیوں باندھ رہے ہیں ایک دوست نے اور ایک بات کہی۔

میں تو کچھ سوچ کے نہ آیا تھا میں تو اشعار سن سن کر یہیں بیٹھ کے سوچتا رہا۔ اور اشعار وہی ہوتے ہیں جو احساس میں تموج پیدا کردیں۔ انسان کو سوچنے پر مجبور کردیں پھر وہ اشعار افکار بن جاتے ہیں۔ میں یہی سوچ رہا تھا کہ ایک دوست نے کہا کہ اہلبیتؑ کا نقطہ مرکز جناب زہراؑ کی ذات ہے۔ یہ شاعری نہیں، عین حقیقت ہے، اس لئے کہ خود سرکار نے بھی یہی فرمایا تھا۔ آپ کے بہت سے ارشادات ہیں جن کا ماحصل اور خلاصہ یہ ہے، جن کا نچوڑ یہ ہے، جن میں تکرار یہ ہے کہ رسولؐ اور فاطمہؑ، 'حسنؑ اور فاطمہؑ'، 'حسینؑ اور فاطمہؑ' اس لئے کہ یہ اگر مرکز نہ ہوتا تو رسولؐ کے اطوار کو آگے کون پہنچاتا۔ یہ ذات اگر نہ ہوتی تو تجلیات کا انعکاس کربلا کے میدان میں کہاں ہوتا۔ اس لئے اہل بیتؑ کا مرکزی نقطہ خاتون جنت ہیں۔ اور جس نے کہا ٹھیک کہا، تاریخ شاہد ہے کہ جو فرزند بھی آپ کی آغوش میں شفقت سے مچل کر نکلا وہ ایسا بنا جس کے بارے میں کہا گیا کہ

شگفتہ گلشنِ زہراؑ کا ہر گل تر ہے
کسی میں رنگِ علیؑ ہے کسی میں بوئے رسولؐ

حاضرین کرام! مجھے احساس ہے کہ آج میں بالکل غیر مربوط کلام پیش کر رہا ہوں، جیسے ایک غزل میں الگ شعر ہوتے ہیں، میں نے آج بھی گفتگو کے ہر موڑ پر الگ الگ بات کہی ہے، الگ الگ نکتہ بیان کیا ہے۔ میں جانتا ہوں مجھے خط بھی ملے، جب میں یہاں آ رہا تھا، کہ یہ اجلاس جنت البقیع کے بارے میں ہو رہا ہے اس واسطے سے اس نسبت سے جو کچھ لکھا گیا ہوگا جو کچھ کہا گیا ہوگا۔ آپ جانتے ہیں، اس کے دہرانے اور بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ کاش میں اتنا آزاد ہوتا کہ میں کہہ سکتا لیکن میں آپ کو ایک واقعہ سناؤں۔ میں نے بچپن میں بہت سی چوریاں کی ہوں گی۔ کچھ یاد آتی ہیں، کچھ یاد نہیں آتیں۔ لیکن ایک چوری میں نے شعور میں کی۔ بلوغ کے بعد کی جان بوجھ کر کی۔ سوچ سمجھ کر کی اور اس چوری پر مجھے بڑا فخر ہے۔ مجھے اس پر ندامت کبھی نہیں ہوئی۔ کبھی پشیمانی نہیں ہوئی۔ میں نے چند سال پہلے موچی دروازہ میں اس کا اظہار بھی کیا تھا۔ اس وقت میں نے کچھ باتیں اور بھی کہیں تھیں۔ میں ان پر قائم ہوں مگر ان کو دہرا نہیں سکتا۔ صرف اشارہ ہی کر سکتا ہوں۔ صرف اس لئے تاکہ دوست یہ سمجھ لیں کہ ادائے فرض سے غافل نہیں ہوں۔ میں جب مدینۃ الرسول میں حاضر ہوا اور آپ کو وہ بحثیں یاد ہوں گی، امام ابن تیمیہ نے یہ بحث کی ہے اور امام ان کو میں اہل علم ہونے کی جہ سے کہتا ہوں۔ اس امانت کا مقام اور ہے جو خاندان نبوت کا خاصہ ہے کہ حاجی جو عزم لے کر نکلتا ہے نیت کر کے نکلتا ہے، زیارت روضہ رسولؐ کی، اس کا حج ہو جاتا ہے کہ نہیں یہ تو خیر علماء کی باتیں ہیں میں ایک عامی ہوں اور میں اپنی بات سنا رہا ہوں کہ میں نے جب حج کا قصد کیا مدینۃ الرسولؐ میرے پیش نظر تھا۔ اور میں نے ایک جگہ لکھا ہے کہ میں مکہ مکرمہ کے بعد جب مدینۂ رسول جاتا ہوں تو مجھے یوں لگتا ہے جیسے مکۃ المکرمہ کی حاضری وضو ہے اور مدینۃ الرسول کی حاضری نماز لیکن جب میں مدینۃ الرسولؐ کا قصد کرتا ہوں اور ارادہ کرتا ہوں اور میرا خدا گواہ ہے کہ ایسا کہتے ہوئے مجھے کسی کی ستائش کی تمنا نہیں ہے۔ ویسے بھی اس گھر میں مداحوں کو داد کم ملتی ہے، بیداد زیادہ، اس خاندان سے تعلق باندھنے والوں کے لئے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ہٹو بچو کی صدائیں سنی گئی ہوں۔ تو میں کہہ رہا تھا کہ جب میں نے مدینۃ الرسولؐ کا قصد کیا ہے تو میرے پیش نظر دو باتیں تھیں۔ ایک دربار رسولؐ میں حاضری اور دوسری جناب سیدہؑ کے مزار پر حاضری۔ اور جب میں پہلی مرتبہ پہنچا جنت البقیع میں حاضر ہوا۔ بہت میں نے کوشش کی کہ کس طرح یہاں سے چوری کروں مزار کے اردگرد جو شکستہ روڑے چھوٹے چھوٹے کنکر پتھر پڑے ہیں، ایک آدھ میں کس طرح سپاہی کی نظر بچا کر جیب میں رکھ لوں اس وقت مجھے موقع ملا کیونکہ پہرہ بڑا سخت تھا اور ہم سرکاری ذریعہ سے گئے ہوئے تھے۔ ہمارے ساتھ نگہبانی کرنے والے بھی موجود تھے۔ پھر ایسا ہوا کہ میں ایک مرتبہ لندن سے آتے ہوئے عمرہ کرنے گیا۔ اکیلا تھا کوئی سرکاری نسبت نہ تھی۔ میں پہنچا تو جنت البقیع میں کوئی نہ تھا۔ میں تھا جناب سیدہؑ کا دربار تھا۔ دور سپاہی کھڑا تھا۔ میں نے جاتے ہی ایک چھوٹا سا پتھر جناب سیدہؑ کے مزار سے اٹھا کر اپنی جیب میں ڈال لیا۔ آپ یقین مانیں کہ آج اگر اپنی دولت میں مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے تو جناب سیدہؑ کے مزار کا وہ پتھر ہے۔ میں نہیں بتانا چاہتا تھا۔ آج سے چند سال پہلے میں نے بتایا تھا۔ اس وقت میں بتا سکتا تھا آج نہیں بتا سکتا کہ جناب سیدہؑ کی قبر نے مجھ سے کیا کہا؟ مجھ سے کیا بات کی؟ کچھ کہا، میں نے کانوں سے سنا۔ یہ اس طرح کی سرگوشی تو نہیں تھی، خاکم بدہن یہ تشبیہ تو نہیں ہو سکتی کہ جیسے جناب سیدہؑ کے والد ماجد نے دنیا سے جاتے وقت جناب سیدہؑ کے کان میں سرگوشی کی تھی لیکن کسی نہ کسی انداز کی سرگوشی جناب سیدہؑ کے مزار سے میرے کانوں میں پہنچی، کوئی حکم ملا کوئی بات کہی گئی میں اس سے غافل نہیں ہوا۔

